# ''چلم نامہ'' عصرِ حاضر کی عکاس

ڈاکٹر رخسانہ بلوچ، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر روبینہ یاسمین، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سمیرا شفیع، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین کارخانہ بازار، فیصل آباد

## ABSTRACT:

"Chilm Nama" is long poem by There is an ancient tradition of writing long poems consisting complete book. "Chilam Nama" is a long poem written by Muhammad Yousaf Papa. "Chilam" word is used in this poem in the meaning of flattering. Flattering is big curse in this world. Today, we have to face many difficulties is this world without flattering. Flattery is a defect that degrades the character of both the flatterer and the flatterer morally. This poem is a kind of reform works. It is a deep satire on those people who even they do not have any kind of ability, they can get big positions only by flattering, importation and harassment.

**Keywords:** Flattering, Ability, Difficulties, degrade, Morality, Reform work.

شاعر، ادیب یا کوئی بھی انسان جب کوئی فن پارہ تحریر کرتا ہے تو وہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر اپنے خیالات کو صفحہ قرطاس پر بکھیر تا ہے۔ عصرِ حاضر میں خوشامد ایک اچھوت کے مرض کی طرح پھیل رہی ہے۔ خوشامد ایک بہت ہی بڑی بیماری ہے۔ خوشامد ایک ایسا عیب ہے جو خوشامدی اور خوشامد پسند دونوں کے کردار کو اخلاقی لحاظ سے بگاڑ دیتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے کہ محنت اور ایمانداری سے کام کرنے والے بھی اتنے نوازے نہیں جاتے جتنا کہ چلم بھرنے والے مستفید ہوتے ہیں۔ محمد یوسف پاپا نے ایسے ہی حالات کے لیے ''چلم نامہ'' تحریر کیا ہے۔ وہ اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے حرفِ چند میں تحریر کرتے ہیں:

> "ایسے ماحول میں باصلاحیت انسان زمانے کے ہاتھوں پریشان رہتے ہیں اور خوشامدی نااہل ہونے کے باوجود مزے اُڑاتے ہیں۔ سماج کے اس تضاد کو میں نے شدّت سے محسوس کیا۔ اسی احساس کا نتیجہ یہ نظم ''چلم نامہ'' ہے. (۱)

شاعر ہو یا ادیب جب وہ کوئی فن پارہ تخلیق کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا پیغام روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی سے دوسرے لوگوں تک پہنچ جائے تاکہ لوگ اُس کے فن سے فیض یاب ہو سکیں، لیکن اس کے برعکس جب تک شعر یا ادب کی کوئی بھی صورت شاعر کے اپنے ذہن میں رہتی ہے تو وہ اس کے قبضے میں ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ تحریر کی صورت میں طبع ہوتی ہے تو وہ شعر ہو یا نظم غزل ہو یا کوئی دوسری صنف وہ ادبی لحاظ سے معاشرے اور سماج کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اس فن پارہ پر معاشرے یا سماج کو پورا پورا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اسے تعریف کی نظر سے دیکھے یا تنقید کی نظر سے دیکھے۔ تعریف و تنقید کا یہ سلسلہ مصنف کے فن کو کندن بناتا ہے۔

جس طرح مولانا حفیظ جالندھری نے " قومی ترانہ "لکھ کر شہرت کی بلندیاں حاصل کیں۔ گو حفیظ جالندھری کا ترانہ ۷۵۲ ترانوں کو رد کر کے قبول کیا گیا تھا۔ لیکن حفیظ جالندھری کے لکھے ہوئے اس قومی ترانے کو خاص و عام میں کچھ ایسی مقبولیت حاصل ہوئی جو بہت کم کسی کو ملتی ہے۔ کچھ ایسی ہی مقبولیت محمد یوسف پاپا کو بھی حاصل ہوئی۔ اُنہوں نے ''چلم کا ترانہ'' کو شاعرانہ انداز میں تحریر کیا تو ان کو بھی شہرت کی ایسی بلندیاں حاصل ہوئیں جہاں تک قسمت کے دھنی ہی پہنچ سکتے ہیں۔ "چلم کا ترانہ" اُن کی ایک شہکار نظم ثابت ہوئی ہے۔ یوں تو خوشامد پسندی کے حوالے سے بہت سے شعراء نے قلم آزمائی کی ہو گی لیکن جو شہرت و عزت محمد یوسف پاپا کے حصّے آئی وہ کسی دوسرے کو اس حوالے سے آج تک نصیب نہ ہوئی۔

چلم کا لفظ دیگر شعرا نے بھی اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے اور یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ شاعر آشو مشرا کے بقول:

خدا گر میرے ہاتھوں میں دلاسے کی چلم بھرتا
میں اہل ہجر کے ٹھنڈے پڑے سینوں میں دم بھرتا

''چلم کا ترانہ'' میں شاعر کہتے ہیں کہ جب تک پھولوں کی شاخیں مہکتی رہیں اور پھولوں کو دیکھ کر بلبل خوشی سے گیت گاتی رہے اور جب تک زمین سے گھاس اُگتی رہے تب تک تیرے فیض سے بندے خوش رہیں گے۔ زندگی کو مفکرین نے کانٹوں کی سیج کہا ہے۔ شاعر نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنی شاعری میں اس کہاوت کو بہت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

جب تک اُلجھنیں زندگانی کی ہیں
جب تلک رنگ رلیاں جوانی کی ہیں

جب تلک نوکری میں ہیں دُشواریاں
جب تلک منہ چڑھاتی ہیں بے کاریاں(۲)

اور جب تک جوانی کی خوشیاں اور مسرتیں ہیں اس وقت تک چلم بھرنے والے یعنی خوشامد کرنے والے لوگ زندہ رہنے چاہیں۔اُن کا خیال ہے کہ یہ تمام خوشیاں جو ہیں وہ چلم بھرنے کی وجہ سے برقرار ہیں۔اسی طرح نوکری کرنے میں بھی دُشواریاں اور مشکلیں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ سختیاں چلم بھرنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔جب تک غربت دل کی خواہشات کو مسلتی اور اور دباتی رہے اور بے کسی و لاچاری ہاتھ ملتی رہے اور جب تک ایک انسان بھی اس دنیا میں بے کار اور نادار ہے اس وقت تک چلم بھرنے والوں کا نام زندہ رہنا چاہیے۔

محمد یوسف پاپا نے شاعری میں طنزیہ اور سنجیدہ دونوں طرح کے اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ محمد یوسف سنجیدہ شاعری میں اپنے لیے ''یوسف'' کا تخلص استعمال کرتے ہیں جبکہ مزاحیہ اور طنزیہ شاعری میں ''پاپا'' کا تخلص استعمال کرتے ہیں۔ یوسف صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ میں فزکس کے اُستاد کے رُتبے پر فائز تو تھے ہی لیکن اس کے علاوہ آپ کثیرالجہات شخصیت کے مالک بھی تھے۔ وہ عربی ِ ،فارسی،انگریزی اور اردو زبانوں سے بھی اچھی خاصی جانکاری رکھتے تھے۔ جو جمالیاتی ذوق قدرت نے اُن کو عطا کیا تھا۔اس کا اظہار محمد یوسف پاپا نے غیر شعوری طور پر موسقی شاعری اور آرٹ میں اپنے جذبات کے ذریعے کیا ہے۔

**چلم کا لغوی مفہوم**

چلم کے لغوی معنی فرہنگِ تلفظ کے مطابق:

"مٹی کا پیالہ نما ظرف جس میں تمبا کو اور اس کے اوپر انگارے رکھ اکر تمباکو نوشی کرتے ہیں، حقے کی کلی پر جمائی جاتی ہے۔"(۳)

فرہنگِ آصفیہ میں چلم کے معنی حقے کی چلم کے ہی دیے گیے ہیں:

"سر طیان(آگ اور تمباکو رکھنے کا ظرف جسے حقے کے فوارے پر رکھ کر دم لگاتے ہیں۔"(۴)

چلم کے معنی ریختہ ڈکشنری کے مطابق حقّے پر رکھنے کا یا بغیر حقّہ استعمال کرنے کا مٹی یا دھات کا ظرف جس میں تمباکو ڈال کر آگ رکھتے اور تمباکو نوشی کرتے ہیں۔

"چلم جوش" پاکستان کی حسین ترین وادی کیلاش میں صدیوں سے آباد کیلاش قبیلے کا سالانہ تہوار ہے۔ چلم جوش موسم بہار کی آمد پر ۱۴ مئی سے شروع تک منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کو دور دراز تک شہرت حاصل ہے۔ چلم جوشِ جشنِ بہاراں کی تقریب ہے جو تب منائی جاتی ہے جب ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہو لہرا رہا ہو۔

> "Chilm is a village of Astore District in Gilgit-Baltistan, Pakistan. It is located at 35°2'60N 75°7'0E at an elevation of 3869 m (12696 ft). It is commonly known as the village of the Mirmat Family, recently migrated to Hajigam, Skardu, Baltistan."(۵)

چلم نامہ محمد یوسف پاپا کی یک کتابی نظم ہے۔ جو مطبع یونین پریس دہلی نے شائع کی تھی۔ یہ نظم ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ محمد یوسف پاپا نے اسے دس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ چلم نامہ اصل میں اصلاحی کاموں کی ایک قسم ہے۔ چلم نامہ کے متعلق تعارف میں غلام احمد صاحب فرقت نے اپنے خیالات کو یوں قلم بند کیا ہے۔

> "ان جملہ اوصاف حمیدہ کے ساتھ انہوں نے جو چلم نامہ لکھا ہے وہ بھی درحقیقت ان کے اصلاحی کاموں کی ایک قسم ہے کیونکہ یہ چلم نامہ حقیقتاً ان لوگوں پر ایک گہرا طنز ہے۔ جو کسی قسم کی صلاحیت کے حامل نہ ہوتے ہوئے بھی بڑے بڑے عہدے محض خوشامد، درآمد اور چُپڑ سے حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے چلم نامے کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنے بلند پایہ طنز نگار بھی ہیں۔ اور کتنا عمیق مشاہدہ قدرت نے اس شخص کو دیا ہے۔"(۶)

چلم نامہ میں مختلف طبقات کے لوگوں پر طنز کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح نکمے لوگ خوشامد اور چاپلوسی سے اہلِ ہنر کی وقعت کم کر کے اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ قابلیت کا حامل افراد معاشرے میں اپنے جائز مقام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور خوشامدی افراد ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ چلم نامہ کی ابتداء یوسف پاپا نے ایک خوبصورت شعر سے کی ہے:

چلم عزت، چلم حرمت چلم ہی پارسائی ہے
یہ فن ہے یک طرف اور یک طرف ساری خدائی ہے(۷)

چلم نامہ کے ابتداءئی حصہ میں ہی محمد یوسف پاپانے حمد میں جو شعر اللہ تعالی سے مدد اور استغاثہ کی طلب کے لئے لکھا، ان کا انداز بھی اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اس نظم کو رواں کرنے کا ہے۔ اس حصہ کو انھوں نے یوں قلم بند کیا ہے:

چلم نامہ کا اب آغاز ہے تیری عنایت سے
پہنچ جاؤں میں منزل تک تری شمعِ ہدایت سے
ترِے الطاف کے صدقے میں پورا کام ہو جائے
عنایت سے تری دنیا میں میرا نام ہو جائے
اللہ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے وہ مزید گویا ہوتے ہیں
الہیٰ تو ہی خالق ہے تو اس دنیا کا والی ہے
تو سب کا پالنے والا تو ہر گلشن کا مالی ہے
تری تعریف کر پائے کہاں انسان میں یہ طاقت
ترے اوصاف گنوائے کہاں انساں میں یہ طاقت(۸)

ان اشعار میں وہ بر ملا اللہ تعالی کی قدرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ ہی تمام جہانوں کا خالق ہے وہی تمام عالم کا رکھوالا اور انسانوں کا حقیقی مالک ہے۔ اس کی جا بجا بکھری ہوئی نعمتیں لائق تحسین ہیں لیکن یہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ حقیقی معنوں میں ان نعمتوں کا شکر ادا کر سکے اور ان کی تعریف و توصیف بیان کر سکے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۹)

تمام صفات کی مالک اللہ کی ذات ہے اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور کو تعریف کے قابل سمجھتا ہے وہ اللہ کی قدرت کو جھٹلاتا ہے۔ دنیا کی ہر شے پر اللہ کی ذات ہی قادر ہے۔ وہی خالق و مالک دو جہاں ہے۔

محمد یوسف پاپا مزید اس ضمن میں کچھ یوں تحریر کرتے ہیں:

ہزاروں طرح کے انسان یہاں پیدا کئے تو نے
ہر اک کے واسطے میداں یہاں پیدا کئے تو نے

کوئی عالم کوئی جاہل کوئی ناداں کوئی عاقل
کوئی ادنی کوئی اعلیٰ کوئی پرّاں کوئی کاہل
انھی میں کچھ چلم بردار پیدا کیے تو نے
چلم کے واقف اسرار بھی پید کئے تو نے(۱۰)

ان کے یہ اشعار اللہ کے خالق ومالک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ بابرکت ہے۔ اُسی نے انسانوں کی جُدا، جُدا شکلیں بنائی اور اُن کے ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت بھی اسی کے پاس ہے ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں ہر خصلت کا انسان بنایا ہے۔ جن میں جہاں علم، جاہل، نادان اور عقل مند شامل ہیں تو وہی پر کچھ انسان اعلیٰ وارفع بھی ہیں اور معمولی حیثیت کے حامل بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں کچھ لوگ چلم بردار بھی جن کا کام صرف لوگوں کی خوشامد کرنا ہے ایسے لوگ درحقیقت معاشرے کے نہ ٹھیک ہونے والے ناسور ہیں جن کی انہوں نے ان اشعار میں نشاندہی کی ہے۔

نعت جیسا کہ اردو ادب کی اصطلاح میں ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کو بیان کیا گیا جائے۔ نظم "چلم نامہ" کے اس حصے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے ساتھ ساتھ محمد یوسف پاپانے چلم بھرنے یعنی خوشامد کے خواص بیان کیے ہیں اور خوشامد کے ذریعے جو صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے اس کو درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو خوشامد کرنے والوں کے خلاف اگر کوئی مصنف اپنی تحریر صفحہ قرطاس کے حوالے کرتا ہے تو خوشامد کرنے والا یہ ٹولہ اس کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے اس نازک صورتِ حال کو نظم کے اس حصے میں شاعرانہ انداز میں قلم بند کیا ہے۔ نعت کے اس حصے میں محمد یوسف پاپا اپنے احساسات و جذبات کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں :

پریشان ان دنوں شام و سحر ہیں یا رسول اللہؐ
نہ جانے کس طرف مائل بشر ہیں یا رسول اللہؐ
جہاں میں آپ آئے رحمت اللّعالمیں بن کر
عرب کی سر زمیں پر قصرِ طیبہ کے مکیں بن کر
کرم تھا آپ کا دنیا ہوئی حق کی طرف مائل

جو تھے گمراہ انساں وہ ہوئے توحید کے قائل(۱۱)

شاعر ان اشعار میں آپ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وآلہ وَسَلَّم کی اُمت سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نمونہ زندگی ہے آپ کی اس دارِ فانی میں
نہیں ہے آپ کا ثانی امم کی راز دانی میں
وہی ہیں آپ جس نے ظالموں کو بھی دُعائیں دیں
غریبوں کو محبت دی مریضوں کو شفائیں دیں
بلا شک آپ اُمتّ کے لیے راتوں کو روتے تھے
جہاں بھی غم زدہ ہوتے وہیں پر آپ ہوتے تھے(۱۲)

چلم کے ذریعے سماج میں جو صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔ اس کو ایک شکایت کی صورت میں سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے روبرو وہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی اُمت کا اب عالم عجب ہے یا رسول اللہ
چلم ہے اور پھر بزمِ طرب ہے یا رسول اللہ
مدد کیجیے مصیبت آگئی ہے یا رسول اللہ
چلم علم و عمل پر چھا گئی ہے یا رسول اللہ
چلم اس طرح امت کے دماغ ودل پہ چھائی ہے
چلم ہی کی کمائی ہے چلم ہی کی خدائی ہے(۱۳)

جو لوگ خوشامد کرنے والوں کے خلاف بولتے ہیں۔ نعت کے آخری حصے میں اس صورتِ حال کو محمد یوسف پاپا نے ان الفاظ سے وضاحت دی ہے۔

جس طرح ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی فلسفہ حیات ہوتا ہے اسی طرح نظم کے اس چھوٹے سے حصے کو شاعر نے ضمنی فلسفہ حیات کا نام دیا ہے۔ شاعر کے مطابق جو لوگ سخت محنت والا کام کرتے ہیں ان کی زندگی پریشانی کے عالم میں بسر ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خوشامد کو اپنا وطیرہ زندگی بناتے ہیں وہ ہمیشہ خوش و خُرم اور فرحاں اور شاداں رہتے ہیں۔

مسلمانوں کا صبح کا طرزِ زندگی تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خوشامد کرتے ہیں وہ صبح سویرے ہی اسی کام پر لگ جاتے ہیں۔ خوشامد کرنے والے ہمیشہ ہی زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یعنی جو لوگ چلم بھرنے پر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں ہر چیز کو باآسانی پا لیتے ہیں۔ آرام و سکون ان کے مقدر میں لکھا جاتا ہے۔ خوشامد کی چلم نہ بھرنے والے صرف محنت ہی کرتے رہ جاتے ہیں جبکہ اصل فوائد خوشامد کرنے والے اُٹھا لیتے ہیں۔ ایسے خوشامدی لوگ خواہ وہ معاشرے کے کسی بھی طبقے اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں وہ سب چلم بھرنے کے حامی ہیں اور دوسروں جو بھی چلم بھرنے کی سرِعام تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاعر کی اس بات کی وضاحت درج ذیل اقتباسات سے ہوتی ہے:

چلم کی دنیا ہے سب سے نیازی
چلم بھریں مولوی پجاری
غلام آقا ہوں نر کہ ناری
وہ بھارتی ہوں کہ ہوں بُخاری
چلم ہے سب کے دلوں پہ طاری
چلم بھرو بھئی چلم بھرو(۱۵)

خوشامد کا جو مذہب ہوتا ہے وہ تمام جہاں سے اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔ زمان و مکان سے بھی اعلیٰ مقام خوشامد کرنے والے کا مقام ہے۔ بلند ترین آستاں، کہکشاں اور تمام رازوں سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ جو لوگ خوشامد کرتے ہیں وہی جہاں میں کامیاب و سرخرو ہوتے ہیں۔ اور انہی لوگوں سے سماج و معاشرے کی عزت ہوتی ہے۔ اور خوشامدی لوگ جام و سبو کی مانند ہوتے ہیں۔ سماج میں رہنے والا کوئی شخص خواہ وہ صاحب و طریقیت شریعت سے آگاہی رکھنے والا والم ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تمام لوگ بچوں کو بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ اصل انسانیت و آدمیت اسی میں ہے کہ خوشامدی لوگوں میں مل جاؤ۔ لوگوں کی خوشامد ایک سماجی عمل بن گیا ہے۔ خواہ کوئی بھی شخص ہو یعنی معاشرے اور سماج سے جو لوگ بھی تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے بچوں کو چلم بھرنے کی ہی تلقین کرتے ہیں:

سماج سے واسطہ اگر ہو
دماغ ہو وسعتِ نظر ہو
خیال میں رفعتِ قمر ہو

جو چاہو افلاس سے مضر ہو
تو اُٹھو پاپا میاں کدھر ہو
چلم بھرو بھئی چلم بھرو(۱۶)

اس نظم کے پانچویں حصے کو محمد یوسف پاپا نے "چلم بھرنے کی خواہش ہے" کے نام سے منون کیا ہے۔اس حصے میں شاعر خود چلم بھرنے کی خواہش کرتا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ بڑوں کے تجربے، مفکر کا تصور، فلسفی کا نظریے سے یہ بات اخذ کی ہے کہ ہر کسی کو چلم بھرنے کے فن سے آشنا ہونا چاہیے۔اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شاعر نے ایک چلم بھرنے والے مرشد کی مریدی اختیار کر لی لیکن مرشد نے جواب دیا کہ یہ کام وراثتاً ملتا ہے اور یہ کام بہت مشکل ہے۔

یعنی خوشامد کرنے والوں کے بھی اس زمانے میں بہت زیادہ گھرانے ہیں جو لوگ دوسروں کی خوشامد کرتے ہیں ان کی تقدیر کھل جاتی ہے۔لیکن اس میں بھی اعلیٰ اور ادنی کی تعریف کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔یہ علم سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔جو کوئی اس میدان میں نیا آتا ہے وہ پچھتاتا ہے۔نظم کے اس تمام حصے میں شاعر نے طنزیہ اور مزاحیہ روش اختیار کر رکھی ہے۔فکر تونسوی "دیوارِ قہقہہ میں رقم طراز ہیں:

"پاپا کا مذاق بے حد عوامی ہے اور آپ عوام بلکہ صرف عوام کے مداح ہیں۔"(۱۷)

محمد یوسف نے اچھوتے فن سے خوشامد کرنے والوں پر وار کیا ہے۔جو صرف ان کے حصے میں آیا ہے۔مثلاً:

یہ ایسا علم ہے سینہ بہ سینہ ہی جو چلتا ہے
نیا آئے تو پچھتاتا ہے آخر ہاتھ ملتا ہے
کہا مانو سنک چھوڑو تم اس میداں میں آنے کی
کوئی تدبیر سوچو اور قسمت آزمانے کی
کہا میں نے اب اس سے در سے تو ہر گز جا نہیں سکتا
بہت کھائے ہیں دھکے دہر کے اب کھا نہیں سکتا(۱۸)

درج زیل حصے میں جو اشعار محمد یوسف پاپا نے لکھے ہیں وہ ایک اچھا بھلا انٹرویو کی صورت بن جاتی ہے۔ جو ایسے لوگوں کے متعلق ہے جو اس مبارک پیشے کو اختیار کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان سے جو سوالات کئے گئے ہیں ان کو وہاں درج کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

بتاؤ کون ہو تم بھانڈ یا خادم کے بچّے ہو؟
کسی دائی کی ہو اولاد یا منعم کے بچّے ہو؟
بزرگوں میں تمھارے کوئی چپڑاسی بھی گزرا ہے؟
کوئی بیرا، کوئی حجام، میراثی بھی گزرا ہے؟
کبھی والد نے حکامِ سلف کے پیر دھوئے ہیں؟
دکھانے کے لیے میت پہ انسانوں کی روئے ہیں؟
سگوں کی طرح سے دم کو ہلانے کی بھی عادت ہے؟
کبھی آقا سے تم آنکھیں ملا کر تو نہیں چلتے؟(۱۹)

یہ سوالنامہ دراصل طنز کی بھرپور کاٹ لیے ہوئے ہے۔ جبکہ ''چلم نامہ'' کا چھٹا درجہ زیل حصہ ''چلم کس کی بھری جائے'' کے نام سے منون کیا ہے۔ اس حصے میں شاعر نے یہ وضاحت کی ہے۔ کہ کن کن کی لوگوں کی چلم بھرنی چاہیے۔ یعنی کن لوگوں کی خوشامد کرنی چاہیے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے بغیر سوچے سمجھے ہی اس کام کو اپنا وطیرہ بنالیا اور ہر خاص و عام کے چلم بھرنے لگا۔ لیکن اس طرح مجھے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ محمد یوسف پاپا مزید تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں چلم بھرنے کی تلاش میں نکلا پڑا کیونکہ یہ طریقہ کسی ہادی اور راہنما کے بغیر اختیار کرنا پاگل پن کے سوا کچھ نہ تھا۔ اللہ کی خاص مہربانی تھی کہ جلد ہی میں نے ایک ایسے ہادی کا پتا معلوم کر لیا جو اس فن میں ماہر تھا اور میں اس کے آستانے پر حاضری دینے کے لیے حاضر ہوا۔ وہ پیر و مرشد ایک کوے سے بھی سیانا، دانا اور عقل مند تھا یعنی دوسرے لوگوں کی خوش آمد کرنے میں اس کے بہت سے چیلے اور مرید تھے اور چلم بھرنے والے لوگوں میں وہ ایک خلیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں شوق کے عالم اس کے پاؤں پر گر گیا اور آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے اپنا مقصد زبان پر لے آیا۔ میرا یہ پیر و مرشد خوش آمد کرنے والے لوگوں کا رہبر و مربی تھا۔ تو شاعر کہتا ہے کہ مجھے جناب چلم بھرنا سکھا دے یہ میرے دل میں خلش ہے کہ مجھے بھی کبھی چلم بھرنی آئے گی یا نہیں۔ اے پیر و مرشد میری یہ خلش ختم کر دے۔ سرکار مجھے اس قابل کر دے کہ میں بھی چلم بھرنے والے لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں۔ جب میں نے

چلم بھرنے کے متعلق خواہش کی تواس پر دین حلم کا رہبر وہادی رہنما بول اُٹھا کہ چلم بھرنا بہت مشکل کام ہے۔ تم اس چلم بھرنے یعنی خوشامد کرنے سے باز آجاؤ۔ یہ منزل بہت مشکل ہے۔ چلم بھرنے کا کام چند مخصوص لوگوں اوران کے گھرانوں کا ہی ہوتا ہے یہ ایسے ہی ہے جس طرح مختلف علاقوں میں چند گھرانے ایسے ہوتے ہیں جن کا کام صرف اور صرف گانا گانا ہوتا ہے۔ ایسے ہی چلم بھرنے والوں کے اس زمانے میں بھی گھرانے ہیں جو لوگوں کی خوشامد کا کام کرتے ہیں۔ اسی بات کو شاعر نے ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

چلم بھرنے سے سنتا ہے بدل جاتی ہیں تقدیریں
پلٹ جاتی ہیں جادوئے چلم بازی سے تحریریں(۲۰)

لیکن شاعر کو جب کامیابی حاصل نہ ہوئی تو میں چلم بھرنے والے مرشد کے گھر گیا۔ اور اس سے سوال کیا۔ کہ اے مرشد جاناں میں کن لوگوں کی خوشامد کروں۔ کہ مجھے برگ و ثمر حاصل ہوں۔ اس پر مرشد نے ذرا سنجیدہ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ تم ایک بات سے واقف ہو لیکن اس کے ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھو۔ بقول شاعر:

نصاب ایسا فن کا استادانِ فن نے جو بنایا ہے
ہمارے کالجوں میں آج تک چلتا جو آیا ہے
وہ پورا کر لیا ہے؟ امتحاں بھی پاس کر آئے
کیا تو پاس ہی ہو گا ڈویژن کون سا لائے؟
بطورِ تجربہ یہ کام کرنا تم نے سیکھا ہے؟
کسی بگڑے ہوئے کو رام کرنا ت نے سیکھا ہے؟(۲۱)

شاعر کہتا ہے۔ جہاں کوئی مطلب ہو وہاں خوشامد کرنی شروع کر دو یعنی چلم بھرنی شروع کر دو۔ اس کے ساتھ کو تدبیریں بھی کی جائیں۔ جیسا کہ شاعر کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

جہاں مطلب کوئی آئے وہیں فوراً چلم بھر دو
چلم کی سحر کاری سے اسے مسحور تم کر دو
فقط مطلب براری کے لیے چلمیں بھری جائیں
چلم پر ہی نہیں موقوف تدبیریں بھی کی جائیں(۲۲)

شاعر نے ساتویں درج ذیل حصے کو ''چلم بھرنے سے کیا ہوگا'' کے نام سے مترادف کروایا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اس دہر میں ہر قسم کے لوگ انسان کو مختلف اوقات میں ملتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک دن مجھے ایسا شخص ملا جس کے چہرے پر شرافت نظر آرہی تھی۔ ماتھے پر نور تھا۔ اور اس کی زبان سے حق و صداقت کا درس جاری تھا۔ لیکن جب اس سے تعارف ہوا تو وہ چلم بھرنے والوں کا رہبر و رہنما نکلا۔ اسی بات کو شاعر نے شاعرانہ انداز میں ان الفاظ میں قلم بند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

لگا کہنے چلم بازوں کی ملت کا میں رہبر ہوں
میں اپنی قوم کا اکبر ہوں بابر ہوں سکندر ہوں
یہ صورت اور یہ کردار کتنا فرق ہے یا ربّ
تضاد ایسا کہ حیرت میں تخیل غرق ہے یا ربّ (۲۳)

درج ذیل حصے میں شاعر نے چلم بھرنے یعنی خوشامد کرنے والوں کو جو فوائد لامحدود حاصل ہوتے ہیں ان پر کھل کر روشنی ڈالی ہے۔ شاعر کے نزدیں ہمارے سماج و معاشرے کا کوئی بھی فرد ایسا نہ ہوگا جس کو خوشامد کے ذریعے قابو نہ کیا جاسکے۔ اس وضاحت کے لیے شاعر کے چند ایک اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یہ ایسا جال ہے خود صید آکر جس میں پھنستا ہے
مقید ہو کے خود آزاد انسانوں پہ ہنستا ہے
چلم وہ چیز ہے فرزانے کو دیوانہ کر ڈالے
یہ وہ جادو ہے جو میخانے کو پیمانہ کر ڈالے (۲۴)

خوشامد وہ شراب ہے جس کو پینے کے بعد عقل و دانا لوگ بھی بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ خوشامد ایسی بری بلا ہے کہ اس کے اثر سے شیر بھی خرگوش کی طرح بزدل بن جاتا ہے۔ چلم بھرنے والے لوگوں سے سچائی اور صداقت کی کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی اور ان کی بہادری و جرائت بھی جواب دے جاتی ہے۔ اسی لیے تو مشہور کہاوت ہے:

"خوشامد بری بلا ہے"

چلم بھرنے سے عزت و حرمت اور پاکیزگی و پارسائی ختم ہو جاتی ہے۔اس حوالے سے شاعر مزید چلم پرستی کے لامحدود فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے درج ذیل اشعار میں چلم بھرنے کے متعلق خیالات کا اظہار کرتا ہوئے کچھ یوں دکھائی دیتے ہیں کہ :

چلم کے دم سے دولت ہے چلم کے دم سے عزّت ہے
چلم سے جو کرے نفرت وہ موضوع ملامت ہے
چلم کے سامنے اہلِ خرد خاموش رہتے ہیں
چلم نا آشنا ہر قدم پر لات سہتے ہیں(۲۵)

تقریباً ’’چلم بھرنے سے کیا ہوگا‘‘ کے عنوان سے شاعر نے ۱۳ صفحات پر اپنے خیالات قلم بند کئے ہیں۔اور ان تمام صفحات پر چلم بھرنے یعنی خوشامد بھرنے کے بے شمار فوائد بیان کئے ہیں۔شاعر نے نظم کے آخر میں علامہ اقبال کے شعر کے وزن پر خاتمہ کیا ہے:

مصیبت میں نا کام آتی ہیں تقدیریں نہ تدبیریں
چلم بھرنے میں ماہر ہو تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں(۲۶)

اس نظم کا آٹھواں درج ذیل حصہ ’’چلم کب کب بھری جائے‘‘ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اس حصے میں شاعر نے اپنے مرشد سے ایک سوال کیا ہے:

کہا میں نے مرے مرشد ترے صدقے ترے قرباں
بس اک گر کی مجھے ہے جستجو جس میں ہوں سر گرداں
چلم کب کب بھری جائے بتا دے اے مرے رہبر
وہ کیا لمحات ہیں جب کار گر ہوتا ہے یہ نشتر(۲۷)

اس پر مرشد نے جواب دیا کہ یہ تو آپ نے ایک بڑا مشکل سوال پوچھ لیا ہے۔پھر پیر و مرشد اسے نصیحت کرتا ہے کہ چلم بھرنے میں کبھی بھی جلدی نہ کرنا۔ جن جن صورتوں میں چلم بھرنے میں نقصان ہوتا ہے ان کی شاعر نے نشاندہی بہت اچھے انداز میں کی ہے۔چند ایک اشعار درج کئے جاتے ہیں:

اگر بیوی سے لڑ کر غیظ میں سرکار آئے ہوں
خفا بچّوں سے ہو کر بر سرِ دربار آئے ہوں
اگر تنہا ہوں پہلو میں کوئی دل دار بیٹھا ہو
کوئی رنگین ادا، گل رُو، بتِ طرار بیٹھا ہو(۲۸)

اور جن موقعوں میں چلم بھرنے یعنی خوشامد کرنے کی نصیحت وتاکید کی ہے اس نظم کے نویں حصے کو شاعر نے ''آخری ہدایت'' کے نام سے متعارف کروایا ہے۔آخری اور دسویں حصے کو شاعر نے چلم کا ترانہ سے موسوم کروایا ہے اس بات کو ہر کوئی جانتا ہے کہ کام کرنا عبادت ہے۔یعنی ہر ایک انسان کی نظر میں کام کرنا ایک قابل تعریف عبادت وریاضت ہے اس دنیا میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ کام اور محنت کے ذریعے اپنے مذہب اور اپنا نام اونچا کرتے ہیں اور ہر کسی کا زندگی گزارنے کے سلیقہ اور طور طریقہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔اللہ تعالٰی کو یاد کرنے یعنی عبادت کرنے سے ہی قوموں کی قوت بڑھتی ہے۔ اور یہ قوت ہر مشکل کام کو اس کے لیے آسان کر دیتی ہے۔شاعر اسی لیے کہتا ہے کہ:

عبادت ہو سلیقے سے تو یہ میری بشارت ہے
تمھی تم ہو گے دنیا میں چلم میں وہ حرارت ہے (۲۹)

اگر انسان عبادت نہیں کرتا تو یہ چلم بھرنے کا کام بھی ادھورہ اور نامکمل رہ جاتا ہے۔یعنی شاعر نے چلم بھرنے کو عبادت قرار دیا ہے۔اگر کسی چلم بھرنے یعنی خوشامد کرنے کا کام ہوتا تو اُسے چلم بھرنے کے متعلق جو ''چلم کا ترانہ'' ہے اُسے بھی یاد کر لینا ضروری اور لازم ہے۔چلم کا ترانہ خاموشی سے دھرایا جائے یا اونچی آواز سے دہرایا جانا ضروری ہے۔حتیٰ کہ چلم بھرنے والوں کا اتنا رعب و دبدبہ ہو کہ اس سے فرعون کو بھی خوف ہو اگر ترانہ پڑھنے کے لیے جماعت نہ مل سکے تو ایسے اکیلے ہی پڑھ لینا ضروری ہے۔اگر اس ترانہ کو روزانہ پڑھا جائے تو پھر اچھے طریقے سے چلم نہیں بھر سکتے۔

اگر آپ پوری نظم "چلم نامہ "کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں اپنے عہد یعنی عصرِ حاضر کی قوم کے بہت سے چہرے نظر آئیں گے جو ہر وقت خوشامد اور لجاجت کی زبان اپنے افسروں کو خوش کرنے کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں۔کچھ افسروں کے قدم تک چومتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کچھ ان کی قصیدہ خوانی میں دن رات ایک کر رہے ہیں۔یعنی

ہر ایک شخص کی کوشش ہے کہ وہ اپنے سب کام خوشامد کے زریعے بغیر محنت کئے ہوئے نکال لے۔ یہ پوری نظم محمد یوسف پاپا نے طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں تحریر کی ہے تاکہ وہ معاشرے میں موجود ایسے لوگوں کی نشاندہی قدرے ہلکے پھلکے انداز میں کر سکیں۔ شاعر نے ایسے خوشامد پرست لوگ جو محنت و مشقت سے جی کتراتے ہیں ان کی عکاسی اس نظم میں بھرپور انداز میں کی ہے تاکہ ہم معاشرے میں موجود ان لوگوں سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

## حوالہ جات


۱۔ محمد یوسف پاپا، چلم نامہ، دہلی: یونین پریس، س ن، ص ۷

۲۔ ایضاً، ص ۸۶

۳۔ شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1990ء، ص 417 کالم 2

۴۔ مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ (جلد اول و دوم)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2010ء، ص ۱۱۶ کالم ۱۲

۵۔ https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-chilam?lang=ur

۶۔ محمد یوسف پاپا، چلم نامہ، ص ۲۵

۷۔ ایضاً، ص ۲۷

۸۔ ایضاً، ص ۲۵

۹۔ القرآن: البقرۃ: ۲۰

۱۰۔ محمد یوسف پاپا، چلم نامہ، ص ۲۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۹

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۴

۱۶۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۷۔ محمد یوسف پاپا، دیوار، قہقہہ، نئی دلی: لبرٹی آرٹس پریس، ۱۹۸۲ء، ص12
۱۸۔ محمد یوسف پاپا، چلم نامہ، ص ۴۵
۱۹۔ ایضاً، ص۱۹
۲۰۔ ایضاً، ص۲۰
۲۱۔ ایضاً، ص۵۳
۲۲۔ ایضاً، ص۵۴
۲۳۔ ایضاً، ص۶۴
۲۴۔ ایضاً، ص۶۵
۲۵۔ ایضاً، ص۶۶
۲۶۔ ایضاً، ص۷۵
۲۷۔ ایضاً، ص۷۷
۲۸۔ ایضاً، ص۷۸
۲۹۔ ایضاً، ص۸۵